صدیقۂ صغریٰ

اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب قبلہ الٰہ آبادی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وآلہ الھادین الی الصراط المستقیم

ولادت صدیقہ صغریٰ جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا کی ولادت جمادی الاول ۵ ھ عہد رسولؐ میں ہوئی۔ علی وفاطمہ علیہا السلام کو حسنؑ وحسینؑ جیسے سردار جوانان جنت عطا فرمانے کے بعد جب قدرت نے دختر عنایت کی ہوگی تو وہ کیسی ہوگی۔ جواب یہی ہوگا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے بعد حسنؑ وحسینؑ علیہا السلام کا جو درجہ ہے وہی سیدہؑ عالم کے بعد زینبؑ وامّ کلثومؑ کا۔ دونور کے اتّصال کا نتیجہ صورت وسیرت ظاہر وباطن کے لحاظ سے نورانی ہی ہوگا۔

زندگی کا پہلا دور

بہترین صلاحیتوں کی حامل فرد کے لئے تعلیم وتربیت کے لحاظ سے بچپن کا دور خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں کائنات کی بلند ترین ہستیاں جناب زینبؑ کو خدا کے یہاں سے تربیت کے لئے ملیں۔ مردوں میں خیر البشر خدا کے رسولؐ اور علیؑ نفس رسولؐ ملے اور عورتوں میں عالمین کے عورتوں کی سردار خاتونؑ جنت ملیں۔ جب مردوں اور عورتوں میں ان ہستیوں سے بڑھ کر کوئی ہستی ہی نہ تھی تو یہ کہنا درست ہے کہ زینبؑ سے بڑھ کر کسی کو معلم ومربی نہیں ملے۔

تربیت حاصل کرنے کے لئے دل ودماغ کے بعد دو ظاہری آلات اور ہیں، کان اور آنکھ۔ کان سے جو کچھ سنا وہ علم سمعی ہے اور آنکھوں دیکھی باتیں علم شہودی ہیں۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا کے لئے ان دونوں شعبوں کے لحاظ سے کائنات کی کامل ترین ہستیاں درس قول وعمل دینے کے لئے موجود تھیں۔ علم قرآن وحدیث کے لئے شہر علم اور اس کا دروازہ، اور عمل کے لئے صاحب خلق صاحب خلق عظیم اور مالک نفس مطمئنہ، جس کے ایسے مربی ہوں اور جو دو انوار کے اتصال کا نتیجہ ہونے کی حیثیت سے بالذات نور ہوں، اس کے لئے صحابی رسولؐ ہونا جیسا کہ اسد الغابہ میں ہے، یا رواۃ حدیث میں سے ہونا، جیسا کہ جناب صدوق علیہ الرحمہ نے فرمایا کوئی خاص بات نہیں ہے۔

ابھی زندگی کے پانچ سال مکمل ہونے پائے تھے کہ پہلی مصیبت نازل ہوئی، نازبردار نانا نے ساتھ چھوڑا۔ جناب صدیقہؑ نے اس مختصر سی عمر میں محسوس کیا کہ وہ ایک کیا گیا کہ دنیا بدل گئی۔ اب زینبؑ چاروں طرف آنکھیں پھرا پھرا کر دیکھتی ہیں لیکن وہ شفیق نانا نظر نہیں آتا، وہ ماحول ہی تبدیل ہوگیا۔ منزل وحی کی مرکزیت ہی ختم ہوگئی۔ زینب سلام اللہ علیہا ماں کے پاس جاتیں تو دیکھتیں کہ اب ان کا رونے ہی کا مشغلہ ہے۔ گھر ہی پر روتے روتے جناب صدیقہؑ نے یہ دیکھا کہ انقلاب کا یہ عالم ہے کہ جنت البقیع چلی جاتی ہیں اور وہاں دن بھر رویا کرتی ہیں۔ باپ کے پاس آئیں تو دیکھا کہ انہوں نے اب گھر سے نکلنا اور لوگوں سے ملنا جلنا ترک کردیا ہے۔ ہروقت گھر میں بیٹھے قرآن کے تفرقے کو اجتماعی شکل میں لانے کی کوشش کررہے ہیں۔ یہ سب دیکھ کر زینبؑ کا دل ضرور گھٹتا ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ یہ سبق حاصل کرتا ہوگا کہ حالات کتنے ہی ناسازگار ہوں لیکن اسلام کی خدمت سے دست کش نہیں ہونا چاہئے۔

چند ہی روز کے بعد جناب صدیقہ نے دیکھا کہ وہ ماں جو بقیع کے بعد صاحب فراش ہو کر بستر مرگ ہی پر رویا کرتی تھیں اہل زمانہ کے مظالم کی وجہ سے قبر کی گود میں پہنچ گئی۔ مہر و محبت کی دنیا ویران ہو گئی، پانچ ناز برداروں میں سے چند ماہ کے اندر دو سے جدائی ہو گئی۔

صدیقہ صغریٰؑ کی زندگی کا دوسرا دور

یہ دور نسبتہً طولانی ہے۔ ۲۹ سال کا۔ اس دور میں ۶ سال کی عمر سے لے کر بلوغ تک اور پھر بلوغ سے لے کر پوری جوانی کی عمر تک امیر المومنینؑ ایسے حکیم الٰہی کی جامع شخصیت درسگاہ علم و عمل بنی رہی۔ اسی زمانہ میں خانہ نشینی کی وجہ سے امیر المومنینؑ کی تربیت کا آفتاب خط نصف النہار سے صدیقہ صغریٰؑ پر چمکا اور آپ نے پورے طور سے اکتساب فیض کیا۔

آپ نے دیکھا کہ عام رویہ کے خلاف آپ کے پدر بزرگوار کو مسلمانوں کے معاملات سے غیر متعلق کر دیا گیا لیکن آپ ہمیشہ اپنے تعلق کا عمل سے ثبوت پیش کرتے رہے جس سے جناب زینبؑ نے یہ سبق حاصل کیا کہ ہم کو ہر ایسے موقع کا منتظر رہنا چاہئے جب ہم سے اسلام اور مسلمانوں کو حقیقی نفع پہنچ سکے اور اس موقع پر کسی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ آپ نے دیکھا کہ پدر بزرگوار نے باوجود بے پناہ انفرادی قوت رکھنے کے اور مخالفین کے قلع قمع پر صاحب اقتدار ہونے کے ضبط سے کام لیا اور دن دو دن، سال دو سال نہیں، مسلسل پچیس برس، رسولؐ کی امانت شکستہ دل اور شکستہ پہلو واپس ہوئی۔ محسنؑ شہید ہوئے، باب مدینۃ العلم کے در پر گھر جلانے کے اہتمامات ہوئے گلے میں رسی ڈالی گئی، امیر کل کو مامور بنانے کی کوشش کی گئی، ایک صاحب جانے لگے تو اپنے گلے کا طوق دوسرے کو پہناتے گئے۔ دوسرے صاحب جانے لگے تو چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی بناتے گئے جن میں کے ایک ان کے خیال میں امیر المومنینؑ بھی تھے۔ لیکن جناب زینبؑ نے دیکھا کہ ان کے بلند ہمت اور مستغنی باپ نے اس موقع کو اپنے ہاتھ سے صرف اتنی سی بات پر دے دیا کہ کتاب و سنت کے علاوہ حکام کی سیرت بھی دستور العمل کا جزو قرار دی گئی اور اس بناء پر خلافت ظاہری ایک طویل عرصہ کے لئے آپ سے جدا ہو گئی، لیکن آپ نے اپنا کام کر لیا کیونکہ یہ بتا دیا کہ شریعت اسلام اور حکام اسلام کی سیرت دو الگ الگ چیزیں ہیں، حکومت کا آئین عین شریعت نہیں ہے، اور جب ایسا ہے تو مسلمان کا فرض یہ ہے کہ شریعت کی حمایت میں کمر بستہ ہو جائے اور حکام کے عمل کو تسلیم نہ کرے۔ آخر حق پرست گروہ کے ہاتھوں یہ دور ختم ہوا اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے دیکھا کہ اس موقع پر بھی باپ نے یہ سبق دیا کہ کوئی کیسا ہی ہو، مصیبت کے وقت اس سے ہمدردی کرنا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو اس کی مشکلیں آسان کرنی چاہئے بالخصوص پانی کی تکلیف میں کسی کا مبتلا ہونا برداشت نہ کرنا چاہئے، مفاد عامہ اور امن عامہ کو بہر صورت مقدم رکھنا چاہئے۔

پچیس برس میں تین بار خود ساختہ تدبیریں فیل ہو چکیں۔ اب خلیفہ گری کے کام کا اپنے کو واحد ذمہ دار سمجھنے والے حضرات ہمت کرتے جھجکتے ہیں، کم و بیش ایک ہفتہ تک اسلام کا تخت خود ساختہ خلیفہ سے خالی دیکھا جا رہا ہے۔ یہ بھی کیا یادگار وقت تھا جناب زینبؑ جنہوں نے یہ سب دور دیکھے تھے آج دیکھتی تھیں کہ گھر کے دروازہ پر مسلمانوں کا ہجوم ہے، اطراف و جوانب کے لوگ بھی اس ہجوم میں شامل ہیں مگر مطمئن باپ ان کے شدید اصرار کے باوجود خلافت کی مہار کو خلافت کے اونٹ پر پھینکے ہوئے ہے۔ یہ کس قدر مسرت کا وقت تھا کہ امیر المومنینؑ خلافت کے لئے بے چین نہ تھے بلکہ جمہور اسلام اور خلافت کے ارباب حل و عقد خلیفہ بنانے کے لئے بے چین تھے۔ وہ بھی کیا وقت تھا زینبؑ کے لئے جب دیکھا کہ کتنی ٹھوکریں کھانے کے بعد آج علیؑ کے قدموں سے خلافت آ کر چمٹ گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں **عونی والتمسوا نمیری** ''میری جان چھوڑو کسی اور کو ڈھونڈھ لو۔ میرا وزیر رہنا امیر بننے سے تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ میں پھر کسی کی سنوں گا نہیں'' برسوں آب شور و تلخ پینے والوں کو آب

حیات کا ساحل ملا ہے۔ مدتوں سے بھٹکنے والوں کو آج خضر راہ کی زیارت نصیب ہوئی ہے، خود علیؑ کے لفظوں میں سنئے: فقیروں کا اژدہام ہاتھ کھلوانا چاہتا ہے، علیؑ سمیٹے لیتے ہیں۔ وہ پھیلانا چاہتا ہے۔ علیؑ سکوڑ لیتے ہیں۔ روش (جوش) کا یہ عالم ہے جیسے باری (بارش) کے دن پینے کے لئے اونٹ چھوڑ دئے جائیں، جوتی کا تسمہ ٹوٹا جاتا ہے، عبا گری جاتی ہے، کمزور کچلے جارہے ہیں، زینبؑ دیکھ رہی ہیں کہ بقول امیر المومنینؑ لوگوں کے سرور کا یہ عالم ہے کہ بچوں کی باچھیں کھل گئی ہیں، بڑھے رعشہ سمیت لپکتے چلے آرہے ہیں، بیمار لدے ہوئے اٹھ کر پہنچ جانے کی سوچ رہے ہیں۔ بالغ چھوکریوں کو سروسینہ کا ہوش نہیں ہے، لیکن یہ سرور جناب زینبؑ کا انتہائی تشویش سے مبدل ہوگیا ہوگا جب انہوں نے محسوس کیا ہوگا کہ خون عثمان کے بہانے جمل کا فتنہ کھڑا کردیا گیا، بیعت کرنے والوں نے اپنی بات نہ بنتے دیکھ کر فساد عظیم برپا کردیا۔ نانی اماں کو ملالیا اور اونٹ پر نکال کر نفس رسولؐ کے مقابل کھڑا کردیا۔ امیر المومنینؑ کی متواتر کوششوں کے باوجود ام المومنین نبرد آزمائی کے لئے مستعد ہیں۔ کل تک جس کے کفر وقتل کا فتویٰ دیا جاتا تھا، آج وہ خون اتنا محترم ہوگیا کہ اس کا عوض لینے کے لئے جناب عائشہ لشکر گراں کے ساتھ خود میدان کارزار میں موجود ہیں لیکن یہ غم جلد ہی خوشی سے اس وقت بدل گیا جبکہ آپ نے دیکھا کہ تقریباً ۱۷ہزار شریروں کے خاتمہ پر باپ کو فتح حاصل ہوئی۔ جناب زینبؑ نے دیکھا کہ اور فاتحوں کے برخلاف امیر المومنینؑ نے باقی ماندہ لوگوں کے لئے امن کا اعلان کردیا، عورتوں بچوں، مال ومتاع کے لئے مخصوص طور پر حفاظتی احکام نافذ فرمادیئے۔

جمادی الثانی میں جنگ جمل کا قصہ ختم ہوا اور غرہ رجب ۳۶ھ میں امیر المومنین فراغت کرکے کوفہ روانہ ہوئے۔ جناب زینبؑ بھی کوفہ تشریف لائیں۔ باپ مملکت اسلامی کا فرمانروا ہے، اب جناب زینبؑ ظاہری حیثیت سے بھی شہزادی ہیں لیکن آپ نے دیکھا کہ ابھی میدان جمل کا غبار فرو نہ ہوا تھا کہ ۲۵ رشوال کو کوفہ سے صفین روانہ ہونا پڑا۔ جناب زینبؑ یہ سن کر کس قدر مسرور ہوئی ہوں گی کہ میرے مانجائے نے پانی بند کرنے والی فوج کو شکست دے کر فرات پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد یہ سن کر کس قدر افسوس ہوا ہوگا کہ یقینی فتح مکاری سے بدل گئی جس کے نتیجہ میں نہروان کا قضیہ سامنے آگیا۔ اس میں آپ نے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی جس کی آپ نے پیشین گوئی ان الفاظ میں کی تھی کہ 'تمہارے دس نہیں قتل ہوں گے اور ان کے دس نہیں بچیں گے۔' آپ اسلام کے فطری دشمنوں کا استیصال کرنے کی فکر میں تھے کہ ان کا مکر چل گیا کہ زینبؑ کے لئے وہ قیامت کی صبح طالع ہوئی جس میں مخدرہ نے قد قتل امیر المومنین کی روح فرسا آواز سنی اور تھوڑی دیر کے بعد ناز بردار باپ کے تڑپتے ہوئے جثہ کو کمبل میں لپٹا گھر میں آتے دیکھا، لیکن یہ دیکھا کہ تسلی دینے والوں کا دروازے پر ہجوم رہتا ہے، لوگ جوق جوق مزاج پرسی کے لئے چلے آتے ہیں۔ علاج کرنے والوں اور تیمارداروں کی کمی نہیں ہے، مرد وعورت سیاہ پوش ہیں۔ صرف زینبؑ بن باپ کی نہیں ہوئیں بلکہ امت اسلامی یتیم ہوگئی۔ شہزادی اس وقت کا منظر دیکھ کر دل کو تسکین دے لیجئے۔ بیس برس کے بعد محرم ۶۱ھ جب آپ آئیں گی تو کوفہ کی دنیا بدلی ہوئی پائیں گی۔ بہر حال امیر المومنین زینبؑ کو امام حسنؑ کے سپرد کرکے رخصت ہوگئے۔

صدیقہ صغریٰؑ کا تیسرا دور حیات

پنجتنؑ میں سے یہ تیسرا صدمہ تھا جو جناب زینبؑ کو اٹھانا پڑا۔ اس کے بعد مصائب کے دروازے پاٹوں پاٹ کھل گئے، لیکن صدیقہ طاہرہؑ کے سامنے تو باپ کی ہنگام موت والی وصیت ہے جس کا لفظ لفظ مفاد عامہ، مفاد شریعت، مفاد الٰہی سے متعلق ہے اور زینبؑ کے دل پر نقش ہے۔ زبان پر حق کو جاری رکھنا، دنیاوی نقصان کی کبھی پروانہ کرنا، مظلوم کی مدد کرنا، ظالم کا مقابلہ کرنا، یہ فقرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور آئندہ زندگی کے لئے شاہراہ عمل معین کررہے ہیں۔ شاہزادی نے دیکھا کہ جمعہ

کے دن ۲۱ رمضان کو دفن سے فراغت کے بعد امام وقت بھائی نے خطبہ پڑھا، اس وقت گریہ کا غلبہ ہوا، تمام حاضرین بے اختیار ہوکر رونے لگے۔ عبداللہ بن عباس نے دعوت بیعت دی اور سب نے انتہائی خوشی سے بیعت کی۔ حضرت نے نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لیا لیکن ابھی پورے طور پر انتظامات نہیں کرنے پائے تھے کہ امیر شام نے دراندازی شروع کردی، امامؑ روانہ ہوئے، مقام ساباط میں آپ نے نمایاں طور سے اپنے ہمراہیوں کی خنک طبعی کا مشاہدہ کیا۔ ان کی اصلاح کے لئے آپ نے خطبہ فرمایا جس کے ختم ہوتے ہی ہڑبونگ مچ گیا۔ خوارج نے کافر کہنا شروع کیا، کچھ لوگوں نے حملہ کردیا، مصلیٰ قدم کے نیچے سے کھینچ لیا، کپڑے لوٹ لئے، چادر دوش سے اتار لی۔ آپ نے ربیعہ اور ہمدان کو مدد کے لئے بلایا اور ان کی حمایت میں مدائن کا رخ کیا مگر جراح بن قبیصہ اسدی خارجی نے کمینگاہ سے خنجر سے حملہ کیا، ران زخمی ہوگئی۔ اب امیر شام نے منہ مانگے شرائط پر صلح کرنے کی آمادگی ظاہر کی۔ آپ نے شرائط صلح مرتب کرکے اس کے پاس روانہ کردیا۔ جناب زینبؑ نے پھر یہ عملی نمونہ دیکھا کہ نظم عالم کے لئے پہلی چیز صلح ہے اور جنگ کا درجہ صلح کے بعد ہے۔ بہن نے دیکھا کہ امامؑ بھائی کو اس صلح کے بعد دلخراش الفاظ برداشت کرنا پڑے۔ لوگ ''مذل المومنین'' کے لفظ سے سلام کرنے لگے۔ امیر شام کی جرأت اتنی بڑھی کہ اس نے اہل کوفہ کے سامنے سخت الفاظ استعمال کئے اور صاف کہہ دیا کہ وہ شرائط میرے پیروں کے نیچے ہیں۔ اس کے بعد جرأت اور بڑھی اور اس نے کوفہ میں حسنین علیہما السلام کی موجودگی میں امیرالمومنینؑ اور امام حسنؑ کو ناسزا کلمات سے یاد کیا۔ جناب زینبؑ نے دیکھا کہ بھائی نے صلح کی اہمیت کو برقرار رکھتے ہوئے ان تمام ناگوار حالات کا استقلال سے تحمل کیا۔ امیر شام نے دیکھا کہ عہد نامہ کے شرائط اور امام حسنؑ کی زندگی میرے بیٹے تک خلافت پہنچنے کے لئے سدراہ ہیں لہٰذا اس نے زہر ہلاہل کے ذریعے ضبط وتحمل کی زندگی کا خاتمہ کردیا۔ ناشاد بہن نے بھائی کو خون جگر کی قے کرتے دیکھا اور جگر کے ٹکڑے طشت میں دیکھے۔ کاش اسی پر اکتفا کی جاتی اور بہن بھائی کے جنازے پر تیر چلتے نہ دیکھتی۔ یہ متفرق مصائب کربلا کے اجتماعی شکل میں پیش آنے والے مقدمات ہیں۔ ان منازل سے گذرنے کے بعد کربلا کی مثالی منزل سے گذرنا سہل ہے۔

اب جناب زینبؑ کے لئے وہ وقت آگیا کہ پنجتن میں سے بس ایک ذات باقی ہے جو زینبؑ کی زندگی کا سہارا ہے اور ساری امید دل کا مرکز ہے۔ جناب زینبؑ دیکھ رہی ہیں کہ زیاد پہلے صرف بصرہ کا گورنر تھا اب کوفہ بھی اس کے سپرد ہے، زینبؑ مدینہ سے یہ دیکھ رہی ہیں کہ باپ بھائی کے مخصوصین، نام لینے والے ذرا سے رجحان کے شبہہ پر قتل ہو رہے ہیں، آنکھیں نکلوائی جارہی ہیں، آنکھوں میں سلائیاں بھروائی جارہی ہیں، سولیاں دی جارہی ہیں۔ ۵۳ھ میں زہرباد سے وہ مرا لیکن اس کا بیٹا عبیداللہ بن زیاد بصرہ میں مظالم میں اس کا جانشین رہا۔ آٹھ ہزار مسلمانوں کا خون بہایا، ایک دن میں ۷۴/ حافظ قرآن قتل کئے گئے۔ ناناؐ کے اصحاب تک تیغ ظلم سے نہ بچ سکے۔ حجرؓ بن عدی اور ان کے پانچ ساتھی شام میں بلوا کر قتل کردئے گئے۔ عمر بن الحمق خزاعیؓ جن کو پیغمبرؐ نے سلام کہلوایا تھا قتل کئے گئے اور یہ پہلا سر نوک نیزہ پر بلند کیا گیا۔ جناب زینبؑ دیکھ رہی ہیں کہ منبروں پر علی الاعلان میرے باپ کو گالیاں دی جاتی ہیں لیکن آپ کے سامنے حسینؑ امام ہیں جو کہ خاموش ہیں مگر ایسی خاموشی جس کے سناٹے میں طوفان کی آمد ہوتی ہے۔ شاہزادی نے دیکھا کہ امیر شام نے بیٹے کی خلافت کا دباؤ میرے بھائی پر ڈالا لیکن اس کو کامیابی نہ ہوئی۔ قدرت نے خود اس کی کتابِ زندگی تہ کردی۔

جناب زینبؑ کا چوتھا دور زندگی

یزید کی حکومت کا باب شروع ہوا اور جناب زینبؑ کے لئے قدرت کی جانب سے وہ موقع ملا جس میں وہ اپنے مثالی کارناموں سے محسنۂ اسلام قرار پائیں اور حسینؑ کے ساتھ ان

کا نام بھی جریدۂ عالم پر ثبت ہوجائے۔ یزید نے ولید بن عتبہ کے ذریعہ سے مطالبۂ بیعت کیا اور حسینؑ کو قدرت نے اپنے جوہر ذاتی کے نمایاں کرنے موقع دیا۔ یوں تو رسولؐ نے حکم دیا تھا کہ یہ حسینؑ ہیں ان کو پہچان لومگر مادی نگاہیں تومحسوسات کے دیکھنے کی عادی ہیں، کارنامہ سامنے آئے تو وہ دیکھیں اور پہچانیں۔

ولید بن عتبہ امامؑ کو بلاتا ہے، شب کا وقت ہے، بھائی کی فدائی بہن کتنی بے چین ہوئی ہوگی جس کے سامنے باپ اور بھائی کا روح فرسا سانحہ اموی ہاتھ سے موجود ہے۔ ممکن ہے کہ چوکھٹ سے نہ ہٹی ہوں جب تک کہ بھائی کو واپس آتے نہ دیکھ لیا ہو۔ ولید اور امامؑ میں جو گفتگو ہوئی اس کو سن کر زینبؑ کس قدر مضطرب ہوئی ہوں گی ۔ حسینؑ نے طے کرلیا کہ ترک وطن کروں گا، بیعت نہ کروں گا۔ جناب زینبؑ بھائی کے فیصلہ سے مطلع ہوئیں اور خود بھی شریک کرب وبلا رہنے کا فیصلہ کرلیا لیکن شریعت کا حکم پیش نظر ہے۔ شوہر جناب عبداللہ بن جعفر موجود ہیں، جن سے امیرالمومنینؑ نے آپ کو بیاہا تھا، جن کا لقب ''بحرالجود'' تھا اور جن سے آپ کے صاحبزادے علی، عون، عباس، محمد اور صاحبزادی ام کلثوم تھیں، لہٰذا بغیر ان کی اجازت کے آپ باہر نہیں جاسکتی تھیں۔ چنانچہ اجازت لینے تشریف لے گئیں، آنکھوں سے آنسو کا دریا ابلا چاہتا ہے، امید وبیم کا عالم ہے، آکر بیٹھ گئیں، عبداللہ سمجھ گئے، کوئی خاص بات ہے۔ پوچھا: ''کیوں زحمت گوارا کی۔'' فرمایا: ''ایک حاجت لائی ہوں، آپ جانتے ہیں حسینؑ آمادۂ سفر ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ مجھ کو تاب مفارقت نہیں ہے۔ اگر آپ اجازت نہ دیں گے تو بے شک نہیں جاسکتی، مگر زندہ بھی نہیں رہ سکتی۔'' یہ کہہ کر پھر ابر بہار کی طرح رونا شروع کیا۔ عبداللہ بھی رونے لگے۔ فرمایا: ''شوق سے جایئے۔'' خوش ہوگئیں۔ آثار مسرت نمایاں ہوگئے، واپس تشریف لائیں۔ سفر کے انتظامات ہونے لگے۔ ۲۸ رجب ۶۰ھ کو یادگار سیدہؑ پردے کے خاص اہتمام کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئیں اور تیسری شعبان کو مکہ پہنچیں۔ یہاں پہنچتے ہی یادگار رسولؐ اور شبیہ سیدہؑ کی زیارت کے لئے مردوں اور عورتوں کا ہجوم شروع ہوگیا۔ اور ۱۰ رمضان سے اہل کوفہ کے خطوط وفود کی آمد شروع ہوگئی اور ۱۲ ذی قعدہ کو جناب مسلمؑ مکہ سے روانہ کردیئے گئے ۔ جناب زینبؑ نے یہاں محسوس کیا کہ یہ امن عام کا مقام بھی بھائی کے لئے خطرناک ہوگیا اور ۸ ذی الحجہ کو حج عمرہ سے بدل کر مکہ چھوڑنا پڑا۔ زینبؑ کوفہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ گرمی کا موسم ہے، ریت اڑتی ہے، بگولے اٹھتے ہیں، لو چلتی ہے، دور دور تک پانی کا پتہ نہیں ہے۔ بچے ساتھ ہیں، نازک مزاج شہزادیاں ہمرکاب ہیں، منزل 'ذات عرق' میں پہنچ کر پھر شوہر سے ملاقات ہوتی ہے جس کے قبل دونوں بچوں عونؑ ومحمدؑ سے ملاقات ہوچکی تھی جو باپ کا خط لے کر مکہ سے کوچ کرنے کے بعد آکر ملے تھے یہاں جناب عبداللہ اور امامؑ سے تبادلہ خیالات ہوا۔ امامؑ نے ان کی رائے سے اختلاف کیا۔ جناب عبداللہ نے عونؑ ومحمدؑ کو امامؑ کے ساتھ رہنے کا حکم دیا اور خود مدینہ واپس ہوگئے۔ اب جناب صدیقہؑ مسرور ہوئی ہوں گی کہ اگر میں خود جہاد نہیں کرسکتی تو یہ دونوں میری سرخروئی کے لئے کافی ہیں، میرے پاس قربانی کا سامان نہ تھا قدرت نے کردیا۔

راستے میں منزل خزیمہ پر ایک شبانہ روز قیام ہوا۔ صبح کو جناب زینبؑ بھائی کی خدمت میں حاضر ہوئیں، عرض کی: ''بھیا اگر آپ کہیں تو میں نے جو کچھ رات سنا ہے بیان کروں۔'' امامؑ نے اجازت دی۔ آپ فرماتی ہیں: ''میں رات کو کسی ضرورت سے نکلی تو ہاتف غیبی کو یہ اشعار پڑھتے سنا 'اے آنکھ شہدائے راہ خدا پر جی بھر کے رولے، ان لوگوں پر گریہ کرلے جن کو موت وعدہ پورا کرنے کے لئے جارہی ہے۔ امامؑ نے فرمایا ''بہن جو ہونا ہے ہوکر رہے گا۔''

منزل ثعلبیہ کے قریب پہنچ کر بہن کو بھائی کے عالم غربت میں مارے جانے کی خبر ملی جو مع اپنے میزبان ہانیؑ کے قصر کی

بلندی سے گرا کر شہید کئے گئے۔ اس وقت بہن کو یہ سن کر کتنا صدمہ پہنچا ہوگا کہ پردیس میں مرنے والے بھائی کی لاش رسی سے باندھ کر کوچوں، بازاروں میں تشہیر کرائی گئی۔ جناب زینبؑ کے لئے وہ موقع کتنا تشویشناک ہوگا جب حر کے لشکر نے آ کر مزاحمت شروع کی ہے۔ حر نے کہا ہے کہ میں آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے چلتا ہوں اور امامؑ نے کہا ایسا ہونا ناممکن ہے اور کئی بار ردوبدل ہوا ہے۔

دوسری محرم کو پنجشنبہ کے دن جناب زینبؑ کرب وبلا کے میدان میں فروکش ہوئیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ ہے، گرمی کا زمانہ ہے، دریا کا کنارہ اترنے کے لئے موزوں ہے، لیکن مجبور ہیں، بے آب وگیاہ میدان میں اترنا پڑتا ہے۔ خیام حسینی فرات سے دور چٹیل میدان میں نصب کئے جاتے ہیں۔ چوتھی محرم سے فوج پر فوج آنے لگتی ہے۔ جناب زینبؑ پوچھتی ہیں: ''بھیا میں دیکھتی ہوں برابر رسالے پر رسالے چلے آرہے ہیں، ان میں آپ کا بھی کوئی ناصر ومددگار ہے۔'' امامؑ نے فرمایا: بہن کیسے ناصر اور کیسے مددگار جو ساتھ آئے تھے وہ بھی منتشر ہوگئے۔'' ساتویں سے پانی بھی بند ہوگیا۔ اب بچوں کی پیاس زینبؑ سے کیسے دیکھی جائے، لیکن مجبور ہیں، ایک ایک کو بہلاتی ہیں، تسکین دینے کی تدبیریں کرتی ہیں۔ محرم کی نویں تاریخ آئی۔ عصر کے بعد دشمن کی فوج یکایک حملہ آور ہوگئی۔ امام نے ایک شب کی مہلت مانگی۔

زینبؑ اور شب عاشور

یہ شب کس قدر اندوہناک تھی۔ امامؑ سب کو جمع فرماتے ہیں۔ اپنی بیعت سے ان کو سبکدوش کرتے ہیں۔ سب کو جانے کی اجازت دیتے ہیں۔ جب تک حسینؑ خطبہ میں مشغول رہے ہوں گے، زینبؑ کو تشویش رہی ہوگی لیکن پھر ان وفاداروں کا جواب سن کر دل نے اطمینان کی انگڑائی لی ہوگی کہ ہاں جب تک یہ زندہ ہیں کوئی میرے ماںجائے کا بال بیکا نہیں کرسکتا۔

جناب مفید علیہ الرحمہ کی روایت ہے کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ میں اس شب کو بیٹھا ہوا تھا جس کی صبح کو بابا شہید ہوئے اور میرے پاس میری پھوپھی جناب ثانی زہراؑ تھیں اور میری تیمارداری میں مشغول تھیں کہ میرے پدر بزرگوار ایک خیمہ میں علیٰحدہ تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کے پاس ابوذر غفاریؓ کے غلام جونؓ تھے جو اپنی تلوار کو درست کررہے تھے۔ بابا نے یہ اشعار پڑھنا شروع کئے ''اے زمانے تو نے کسی سے بھی دوستی کے حقوق ادا کئے، تجھ پر تف ہے، تو اپنے ساتھیوں اور طلبگاروں کو صبح وشام قتل کیا کرتا ہے اور کسی عوض پر راضی نہیں ہوتا۔ تمام معاملات خدا کے قبضہ واختیار میں ہیں اور ہر زندہ کو راہ موت پر چلنا ہے۔''

جناب سیدالشہداؑ نے یہ اشعار دوتین بار ارشاد فرمائے یہاں تک کہ میں ان کا مفہوم سمجھ گیا اور بابا کا ان اشعار سے جو مقصد تھا جان گیا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے، میں نے دل قابو میں کیا خاموش ہوگیا اور یقین کرلیا کہ مصیبت آگئی۔ امامؑ فرماتے ہیں: میری پھوپھی نے جب یہ سنا تو عورتیں نرم دل، نازک مزاج ہوتی ہیں، ضبط نہ کرسکیں، دوڑ کر برہنہ سر چادریں زمین پر خط دیتی ہوئی امامؑ کی خدمت میں پہنچ گئیں، فرمایا ''کاش موت آکر میرے رشتہ حیات کو منقطع کردیتی۔ آج میری مادر گرامی فاطمہؑ اور بابا علیؑ مرتضیٰؑ اور بھائی حسن مجتبیٰؑ گویا سب مجھ سے جدا ہوگئے۔ یعنی آپ ان سب کے قائم مقام تھے لہٰذا آپ کی مفارقت گویا سب کی جدائی ہے۔ امامؑ نے فرمایا: ''بہن راضی برضا رہئے، ضبط واستقلال سے کام لیجئے۔'' یہ کہتے کہتے امامؑ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں اور فرمایا: ''بہن! کیا کروں جینے بھی تو دیا جاؤں۔'' یہ سن کر پھوپھی کی زبان سے نکلا۔ ہائے افسوس! آپ کا خود اپنی خبر مرگ دنیا میرے جگر کو پاش پاش کئے دیتا ہے۔'' اس کے بعد فرط غم سے معظّمہ نے منہ پیٹا، گریبان چاک کرڈالا۔ امامؑ نے صبر کا حکم دے کر فرمایا: ''کائنات کی ہر شے فانی ہے نہ اہل زمین کے لئے بقا ہے، نہ اہل آسمان کے لئے۔ بس وہ پروردگار باقی ہے۔ امام زین العابدینؑ

فرماتے ہیں کہ بابا صبر کی تلقین اور موت کی ہمہ گیری بیان کر کے ان کو واپس لاکر میرے پاس بٹھلا کر اصحابؓ باوفا کے پاس چلے گئے۔

صبح عاشور

صبح قربانی طلوع ہوئی۔ امامؑ اور ان کے ہمراہیوں نے نماز ادا کی، فریضہ تبلیغ انجام دیا، پسر سعد نے پہلا تیر فوج خدا کی طرف رہا کیا۔ اصحاب نے دفاعی جنگ شروع کی۔ انصار کے بعد اعزا کی باری آئی۔ شبیہ پیغمبرؐ نے سبقت کی اور نمایاں تعداد کو فی النّار کرنے کے بعد گھوڑے سے زمین پر آئے اور باپ کو آواز دی۔ حسینؑ بیٹے کی لاش پر پہنچے اور نوحہ فرمایا۔ اور بیٹے کی لاش کو کسی نہ کسی طرح سے خیمہ میں لائے۔

اولاد جناب عقیلؑ کے بعد جناب زینبؑ نے عونؑ ومحمدؑ کو نہایت سرور کے ساتھ لباس جنگ سے آراستہ کیا۔ دونوں صاحبزادے رجز پڑھ پڑھ کر دریائے حرب وضرب میں غوطہ زن ہوئے اور بقول ابومخنف ۸۰ آدمی لشکر یزید کے کم کئے یہاں تک کہ بھانجوں کی استغاثہ کی آواز امامؑ کے گوش زد ہوئی۔ زینبؑ شکر گزار ہیں کہ ان کا نذرانہ قبول ہوگیا۔ باپ بھائیوں کی اولاد کی شہادت کے بعد وہ وقت آیا اور سخت ترین وقت۔ زینبؑ کا مانجایا میدان جہاد میں جائے، وہ کتنا جانگداز وقت تھا جب بھائی نے بہن سے جامۂ کہنہ طلب کیا۔ حیدرؑ کی یادگار نے بے پناہ شمشیر زنی سے زینبؑ کو ایک مرتبہ آخری بار پھر مسرور کردیا، یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب زینبؑ نے پسر سعد کو خطاب کر کے فرمایا: ''اے پسر سعد! میرا مانجایا ذبح ہو رہا ہے اور تو دیکھ رہا ہے؟ کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا۔ کاش میں نابینا ہوتی اور یہ منظر نہ دیکھتی۔

ثانی زہراؑ کی زندگی کا پانچواں دور

شہادت کا باب ختم ہوا، اسیری ودر بدری کا باب شروع ہوا یعنی زینبؑ کی حیات کا اہم ترین دور، تاریخ عالم تبلیغ کی ایسی مثال نہیں پیش کرسکتی، انتہائی جکڑ بند میں انتہائی آزادانہ تبلیغ۔ ایک طرف خیمے مشتعل ہیں، دوسری جانب زینبؑ امام زین العابدینؑ سے حکم شریعت دریافت کرتی ہیں۔ امامؑ صحرا کی طرف نکل جانے کا اشارہ کرتے ہیں۔ زینبؑ خود مسئلہ سے واقف تھیں، امامؑ مظلوم نے ثقل امامت، تبرکات وامانت بیمار کربلا کی علالت کی وجہ سے انہیں کے سپرد کیا اپنی وصیتوں کا حامل بھی انہیں کو بنایا تھا اور یہ دلیل ہے آپ کے معصومہ اور عالمہ ہونے کی، لیکن اصول کی محافظت کی خاطر آپ نے سید سجادؑ سے دریافت کیا۔ شام غریباں نے کھلے سروں کو ڈھانپ لیا۔ اب پردۂ شب ہے اور سنسان جنگل، مقتل کی طرف چلیں۔ فرزند کی یاد میں تھیں، ایک فریضہ ادا کرنے، مسلوب ومجروح برادر کی لاش پر آئیں دل بیقرار ہوا، جگر خراش نوحہ لاش پر پڑھ کر بال ہاتھوں پر رکھ کر درگاہ خدا میں عرض کی، بارالٰہ! ہم سب کی طرف سے یہ حقیر ہدیہ قبول فرما۔''

معصومہؑ کی کوفہ روانگی

ایک وہ وقت تھا جب باپ کے دور خلافت میں جمل کے بعد کوفہ آئی تھیں مگر آج کے آنے کو شان مظلومی نے اہم تر بنا دیا ہے۔ اس وقت جو تبلیغ ہوگی وہ اس وقت نہیں ہوسکتی۔ دیکھئے اگر کوئی اور عورت اس سے زائد قید وبند کی مصیبتوں میں جکڑی تبلیغ کرنا چاہتی تو کوئی خاص اثر نہ پیدا کرسکتی کیونکہ اس کی شخصیت اتنی بلند نہیں۔ کردار کی اثر اندازی شخصیت کی رفعت سے ہوتی ہے، اور پھر اس کردار سے شخصیت اور بلند ہوجاتی ہے۔ زینبؑ کوفہ وارد ہوتی ہیں۔ اہل کوفہ یہ عبرتناک منظر دیکھ کر نوحہ پڑھتے ہیں اور رونے لگتے ہیں، زینبؑ سمجھ لیتی ہیں کہ موقع ہے، تبلیغ اس وقت کارگر ہوگی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ معلوم ہوتا تھا امیر المومنینؑ آکر خطابت کررہے ہیں۔ ایک قیدی لاوارث عورت کی شخصیت کا اثر آپ ملاحظہ کریں کہ اتنا بڑا جم غفیر لیکن مظلومہ کے اشارہ کرتے ہی لبوں تک آئی ہوئی لفظیں خنجر میں واپس ہوگئیں، گھنٹوں اور باجوں کی پھیلنے والی صدا میں سمٹ کر رہ گئیں، کوفہ کا ذرہ ذرہ دارالامارہ کا ہر بام ودر ہمہ تن گوش ہے، خطبہ شروع

ہو گیا:

تمام تعریفوں کا حقدار پروردگار ہے اور صلوۃ وسلام ہو میرے جد محمد مصطفیؐ اور ان کی طیب وطاہر آلؑ پر، اے اہل کوفہ! اے مکار وغدار! تم روتے ہو، تمہارے آنسوؤں کو رکنا نصیب نہ ہو، ان نوحہ وفریاد کی آوازوں میں سکون نہ ہونے پائے۔ تم تو اس عورت کے مانند ہو جو اپنا تاگا مضبوط بٹنے کے بعد توڑ ڈالے۔ تم لوگوں نے اپنے عہد و پیمان کو آلہ مکر وفریب قرار دے رکھا ہے۔ تم میں بغض وحسد کے سوا کچھ نہیں رہ گیا ہے، تم اس سبزے کے مانند ہو جو گھورے پر اگا ہو یا اس چاندی کی طرح ہو جس سے مٹی کے ڈھیر کو سجایا گیا ہو، تمہارا کردار نہایت پست ہے، جس کی بنا پر خدا تم سے ناراض ہے اور تمہارے لئے عذاب دائمی ہے۔ اب تم روتے ہو، منہ پیٹتے ہو، ہاں اب خوب روؤ، تمہارے دامن عمل پر وہ داغ ہے جس کو تم ان آنسوؤں سے دھو نہیں سکتے۔ فرزند رسولؐ کے قتل کا دھبہ کیونکر چھٹے گا، وہ فرزند جو سردار جوانان جنت، تمہاری پناہ گاہ، تمہارے امن وامان کا مرکز، تمہارے زخموں کا مرہم، تمہارا بہترین رہنما تھا۔ بدکاریوں کا بوجھ تمہاری گردن پر ہے۔ خدا تمہیں برباد و ناشاد کرے۔ تمہاری کوشش رائگاں گئی، تدبیریں بیکار ہوئیں، تم غضب خدا میں گرفتار اور ذلیل وخوار ہوئے۔ اے کوفیو! تمہارا برا ہو، تم نے رسولؐ کا جگر پارہ کیا، ان کی محترم ذریت کو بے پردہ کیا، ذرا غور کرو کس کا خون تمہارے ہاتھوں سے بہا، کس کی حرمت ضائع ہوئی۔ تم کو تعجب ہے جو آسمان سے خون برسا یہ تو کچھ نہیں، آخرت کا عذاب اس سے کہیں زائد اور رسوا کن ہے، اس وقت کوئی تمہیں دستگیر نہیں ملے گا۔ اس کی ڈھیل اور مہلت پر اتراؤ نہیں۔ خدا کو جلد بازی کی ضرورت نہیں کیونکہ نہ اس کو موقع نکل نہ جانے کا خوف ہے نہ جہنم کی نافرمانی کا اندیشہ اور اس کو خوب جان لو کہ تمہارا رب تمہاری فکر میں ہے۔

مجمع مبہوت تھا، منہ پر ہاتھ تھے، ڈاڑھیاں آنسو سے تر ہو رہی تھیں، لوگ کہہ رہے تھے، بیشک آپ کے مرد بہترین مرد، عورتیں بےنظیر عورتیں، بڑھے بےمثال اور نسل بےعدیل۔

دربار یزید اور معصومہؑ کا خطبہ

عقل انسانی سے بالاتر ہے، یہ محیر العقول جرأت اور ہوش وحواس کا بجا رہنا ایسے زہرہ گداز اور شکیب آزما ماحول میں۔ یزید کی جسارت اور بےادبی نے زینبؑ کو تڑپا دیا۔ اس کے اشعار کے جواب میں خطبہ ارشاد فرماتی ہیں: ''خدائے دو جہاں کی تعریف اور میرے جد پر صلوٰۃ وسلام۔ خداوند عالم کا یہ فرمان درست ہے کہ جنہوں نے بدی پر کمر باندھی ان کا انجام یہ ہوا کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلا دیا اور مذاق اڑایا، کیوں یزید جب تو نے زمین وآسمان ہمارے لئے تنگ کر دیا اور ہم اسیر کر کے دربدر پھرائے گئے تو کیا تو نے سمجھ لیا کہ ہم ذلیل ہو گئے اور تو عزت دار ہو گیا؟ جب تو نے دیکھا کہ دنیا ہموار ہو گئی اور حکومت خطرات سے دور ہو گئی تو مسرور و سرکش ہو گیا۔ ذرا ٹھہر جا! جامہ سے باہر نہ ہو، جلدی کیا ہے، کیا تو فرمان خدا کو بھول گیا کہ یہ نہ خیال کرو کہ کافروں کو ڈھیل دینا ان کے لئے اچھا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ اچھی طرح بدمعاشی کر لیں اور پھر ہم ان کو خوب ذلیل ورسوا کریں۔ اے پسر آزاد کردگان! کیا یہی انصاف ہے کہ تیری عورتیں اور کنیزیں پردے میں ہوں اور دختران رسولؐ بے پردہ پھرائی جائیں!! مردوں میں نہ ان کا کوئی سرپرست رہا نہ محافظ۔ ان لوگوں سے کیا امید ہو سکتی ہے جنہوں نے پاکیزہ انسانوں کے کلیجے چبائے اور جن کا گوشت شہیدوں کے خون سے اگا۔ ان بےادبیوں کے بعد تو یہ کہتا ہے کہ بدر والے بزرگ اگر آج زندہ ہوتے تو وہ شاباش کہتے۔ گھبرا نہیں تو انہیں کے گھاٹ اترے گا اور آرزو کرے گا کہ لنجا گونگا ہوتا تا کہ ایسے افعال واقوال صادر نہ ہوتے۔ بارالٰہا! ہم کو ہمارا حق دلا اور ظالم سے بدلا لے۔ اے یزید! تو نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ خود اپنا گوشت وپوست پارہ پارہ کیا۔

(بقیہ صفحہ ۳۳/۔۔۔۔۔۔۔۔۔پر)

ہوگا کہ کسی مشہور شاعر کی پرانی نظم یا کوئی پرانا گریموفون کا ریکارڈ بج رہا ہے ان تقریروں کا افادی اثر ملت جعفریہ پر کیا ہوتا ہے اس کا پتہ اس افتراق ونفاق، مقدمہ بازی جنگ وجدل سے آسانی سے کیا جاسکتا ہے جو ان مجالس کے انعقاد کے مقاموں پر باقی رہتی ہے اور خود شرکائے مجالس سے جو بدعنوانیاں رونما ہوتی ہیں ان سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ شاید کثرت تنبیہ نے ان کے اثر کو زائل کردیا ہے۔ سال میں ہر صوبہ میں ایک یا دو مقام پر ایسے مجالس کا انعقاد ضرور نتیجہ خیز ہوسکتا ہے۔ لیکن جیسے ہر ضلع میں صنعتی نمائشیں منعقد ہوتی ہیں اسی طرح ضلع وار، قریہ قریہ، دیہہ دیہہ مجلسوں کا منعقد کرنا اور وہاں کے مقامی عزاخانوں، کربلاؤں، مسجدوں کو آباد کرنا اور بچوں کی ضروری مذہبی اور دینی تعلیم کا نظر انداز کرنا اور اپنی اقتصادی پستی کے دور کرنے کی کوئی فکر نہ کرنا یہ تو ہماری ملت کے مذہبی وملی بقا پر تیشہ زنی کرنا ہے۔

شہادت حسینؑ کا مقصد بقائے دین حقہ تھا اور حسینؑ مظلوم کی صحیح اور سچی یادگار یہی ہے کہ بچوں کو ان کی زبان میں دینیات اور اصول دین کی تعلیم دی جائے۔ ان کو زیور علم سے آراستہ کیا جائے تاکہ وہ اس قابل بن سکیں کہ مجالس عزا کے بیانات کو اور فلسفہ شہادت کو سمجھ سکیں اور اس طرح عزاداری سید الشہداؑء کو عزاخانوں اور کربلاؤں کو برقرار اور آباد رکھ سکیں ورنہ اگر وہ ذکر حسینؑ سننے اور سمجھنے کی صلاحیت ہی نہ رکھیں گے تو یہ ذکر کس کے سامنے ہوگا! وہی مثل ہوگی۔

''زبان یار من ترکی است ومن ترکی نمیدانم''۔

ورنہ جب ہم اپنے شعائر مذہبی سے نابلد ہوگئے تو پھر عزاداری کیسے باقی رہے گی شیعیت کے ساتھ عزائے حسینؑ وابستہ ہے شیعہ ہی نہ رہے تو عزاداری کہاں رہے گی۔

[ماخوذ از سرفراز لکھنؤ محرم نمبر ۱۳۸۲ھ]

❀❀❀

(صفحہ ۴۵ کا بقیہ۔صدیقۂ صغریٰ۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

تجھے ان گناہوں کا بوجھ لے کر پیش رسولؐ حاضر ہونا ہوگا اور خدا حق دلائے گا کیونکہ شہداء راہ خدا زندہ ہیں، اس روز خدا حاکم ہوگا، محمدؐ مستغیث ہوں گے اور جبرئیل مددگار۔ اس وقت ان لوگوں کو بھی پتہ چلے گا جنہوں نے تیرے لئے زمین ہموار کی اور مسلمانوں کی گردنوں پر تجھ کو مسلط کیا۔ ظالموں کے لئے بدترین بدلہ ہے۔ اس دن معلوم ہوگا کہ کس کا لشکر کمزور ہے اور کس کا انجام خراب ہے۔ یہ زمانہ کا انقلاب ہے کہ میں تجھ سے گفتگو کرنے پر مجبور ہوں مگر کچھ پروا نہیں، تیری حقیقت ہی کیا ہے۔ تعجب کا مقام ہے، شیطان طلیقوں کی اولاد بندگان خدا کو قتل کرے! آج ہم تیرے لئے مال غنیمت ہیں، کل وبال جان ہوں گے جب صرف اعمال کی بنا پر سزا و جزا ہوگی۔ میری شکایت خدا کی بارگاہ میں ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ آج جو تجھ سے بن پڑے کرڈال، تو ہمارا ذکر مٹا نہیں سکتا ہماری شریعت محو نہیں کرسکتا، ہمارے اقتدار کی درازی عمر کو نہیں پاسکتا، تیری رائے ناقص، تیری زندگی تھوڑی، تیری جماعت پراگندہ، جبکہ اس کا اعلان ہوگا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت، اس وقت تجھ کو معلوم ہوگا۔ حمد اس خدا کی جس نے ہمارے اول کا خاتمہ رسالت پر کیا اور ہمارے آخر کی انتہا شہادت پر کی۔ ہم خدا سے اور زیادہ ثواب ودرجات کے خواستگار ہیں، یقیناً وہ بڑا رحیم وکریم ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اور ہمارا کام بنانے والا ہے۔

معصومہؑ کی وفات

قید سے رہائی کے بعد جتنے دن زندہ رہیں رویا کیں۔ مدینہ پہنچنے کے بعد اسّی روز زندہ رہیں۔ تاریخ وفات کی تحقیق نہیں ہوسکی، مدینہ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئیں۔

اسد علی عفی عنہ

یکم جولائی ۱۹۵۵ء

(سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۱۶۰)

❀❀❀